سورۃ صف

کی حکیمانہ انقلابی تفسیر

سورۃ الصّف

(مدنی سورت ہے)

سورۃ مُمتحنہ کے ساتھ ربط

سورۃ ممتحنہ میں جو تعلیم دی گئی تھی، اسے تعلقات خارجیہ سے تعبیر کیا جائے تو زیادہ بعید نہیں۔ غیر مسلم جماعتوں کے دو حصے ہوں گے: (ا) وہ دشمن جن کے ساتھ دوستی نہیں کرنی چاہیے۔ (۲) ایسے لوگ جو دشمنی نہیں کرتے، ان کے ساتھ تعلقات پیدا کرنا ممنوع نہیں۔ اُس سورہ میں یہ بھی بیان کیا گیا تھا کہ تعلقات منقطع کرنے کے کیا درجے ہیں جن سے تعلقات منقطع کرلئے جائیں، ان کے ساتھ بھی انصاف کے ساتھ پیش آنا چاہیے، جس طرح تعلقات منقطع کرنے کے بعد ہمارے اپنے حقوق جو وزارت خارجہ (Foreign offree) کی پالیسی (Policy) معین کرتی ہے۔

وزارت حربیہ کا کام

وزارت خارجہ کے بعد وزارت حربیہ (War Office) کا کام آتا ہے۔ جس جماعت یا قوم کو وزارت خارجہ دشمن قرار دے دے اور جن سے تعلقات منقطع کردے ان کے ساتھ لڑنے کی پوری تیاری کرنا، حکومت بنانے والی پارٹی کے لئے ضروری ہے۔ حکومت کے قیام کے بعد اس کو وزارت حربیہ کہا جائے گا۔

سورۃ صف کا مضمون

چنانچہ اس سورت الصّف میں لڑائی کی تیاری کے متعلق احکام دیئے گئے ہیں، اور مسلمانوں کو بڑی بڑی جنگوں کے لئے تیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۱: سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

(جو مخلوقات آسمانوں اور زمینوں میں ہے اللہ کی تسبیح کرتی ہے، اور وہی غالب حکمت والا ہے۔)

قرآن کا نظام قائم کرنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

جنگ کرنے کا حکم کہ اللہ کا قانون یعنی اللہ کی کتاب دنیا میں حاکمانہ انداز سے کامیاب ہو، اس لئے نہیں دیا گیا کہ خدا تعالیٰ اس کا محتاج ہے۔ (سبح) بلکہ اس لئے کہ وہ ایک قوم کو حکومت چلانے کی ذمہ داری سکھانا چاہتا ہے (یہ حکیم کے اسم کی تاثیر ہے) اور اس طریقے سے دنیا میں معزز بنانا چاہتا ہے (یہ اسم عزیز کا مطلب ہے)

اللہ کا محتاج نہ ہونا زمین و آسمان کی حکومت چلانے سے ظاہر ہے۔ آسمانی سیارے اور ستارے ایک خاص نظام میں حرکت کر رہے ہیں اور اپنے اپنے فرائض کو سرانجام دے رہے ہیں، ایسے ہی زمین کے مختلف موالید اور جن، سب اپنے اپنے فرائض پورے کر رہے ہیں اور اس قانون کے اندر چل رہے ہیں جو اللہ نے اس کے لئے بنادیا ہے۔ اگر اتنے بڑے نظام کے چلانے میں خدا کسی کا محتاج نہیں ہے تو وہ انسانوں کے اندر ایک خاص قسم کی حکومت چلانے میں کسی کا محتاج کیوں ہونے لگا؟

آیت نمبر ۲: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ

(اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں؟)

جبری خدمت

حزب اللہ قائم ہونے کے بعد جماعت میں یہ استعداد آگئی کہ وہ اپنے فرائض خود ادا کرنے کے لئے آمادگی ظاہر کرے۔ وہ سمجھ چکے تھے کہ قرآن حکیم کی حکومت پیدا کرنا، اس نظام کو سنبھالنا، یہ ہمارا ایمانی فرض ہے۔ اب ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ ہماری رہنمائی کی جائے اور ہمیں اعلیٰ سے اعلیٰ فرائض جو ہو سکتے ہیں وہ بتائے جائیں۔ تو انسان کو حکومت بنانے میں سب سے مشکل فرض جو پیش آتا ہے وہ عمومی فوجی خدمت (Conceription) ہے۔ جو لوگ اتنے مشکل سے گھبرائیں، وہ اس آیت کے ذیل میں آتے ہیں۔

آیت نمبر ۳: كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ

(خدا کو یہ بات نہایت ناپسند ہے کہ جو تمہارا قول ہو وہ تمہارا فعل نہ ہو۔)

ایک قوم پارٹی کے پروگرام کے اندر رہ کر اعلیٰ سے اعلیٰ فرض کے ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کرے تو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ جو لوگ اس فرض کے ادا کرنے میں سستی کریں وہ سخت سزا کے مستوجب سمجھے جائیں گے۔ اگر وہ اس فرض سے کوتاہی کی شکل میں یہ سخت سزا برداشت کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں تو ان کی باتیں فقط ڈینگیں ہیں عملی تقدم نہیں ہے۔

پس اس آیت کا ترجمہ یوں ہوگا کہ "یہ تم جانتے ہی ہو کہ اعلیٰ فرض ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کرنا، اس کے ترک کرنے پر سزا برداشت کرنے کی تیاری ہے، اور سزا سخت سے سخت دی جائے گی۔ خدا کے ہاں سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ تم ۔۔۔۔۔ آمادگی ظاہر کرو اور پھر کام نہ کرو۔

ہمارے علماء کی غلطی

جب کوئی جماعت اعلیٰ فرائض ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کرے اور سمجھ لے کہ اس کی ادائیگی میں کوتاہی پر اسے سخت سے سخت سزا دی جائے گی، تو اس میں ضبط (Discipline) پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ڈسپلن کے بغیر کوئی فوج دنیا میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ فوجی زندگی کا عملی تجربہ نہ ہونے کے باعث ہمارے علماء کے دماغ خراب ہو چکے ہیں۔ (الا ماشاء اللہ) اس لئے وہ ان آیات کا مطلب سمجھنے میں بہت دور ہیں۔ وہ قرآن حکیم کی آیتوں کے لفظی ترجمے ہی میں اٹکے رہتے ہیں اور قصے بیان کر کے ہی گھر پورا کر دینا چاہتے ہیں، مگر اپنے نفس پر یہ فرض کر کے کہ کیا میں اس ڈیوٹی کے ادا کرنے کے لئے تیار ہو رہا ہوں جو قرآن حکیم کی حکومت پیدا کرنے کے سلسلے میں مجھ پر عائد ہوتی ہے؟ غور ہی نہیں کرتے۔ جب تک وہ اس طرح غور نہیں کریں گے ان کو کچھ بھی سمجھ میں نہ آئے گا۔ انہوں نے اس بے فکری سے قوم کی ذہنیت مردہ بنادی ہے! جیسے کوئی دوسری قوم آکر ان کو سلطنت بنا کر دے دے گی۔ قرآن حکیم پڑھنے والے آدمی کے لئے اس قسم کا خیال ڈوب مرنے کے قابل ہے!

برطانیہ کی سب سے بڑی قباحت

ہمیں یورپ میں انقلابی جماعتوں کے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ وہ لوگ جنگ کے بغیر انقلاب کا تخیل ہی نہیں رکھتے۔ گاندھی جی نے جو پروپیگنڈا شروع کیا وہ اسے نہیں مانتے، ان کے ہاں انقلاب کے ساتھ ملٹرزم (Miltrism) شامل ہے۔ یورپ میں ملٹرزم انتہا تک ترقی کر چکا ہے۔ ایک یورپی انقلابی ملٹرزم کا اعلیٰ لیڈر اپنے آپ کو انقلابی نہیں کہتا۔ ان کے انقلابی نظام سب کے سب زندگی بخش ہیں۔ وہ ہر وقت موت کے منہ میں جانے کی لئے آمادہ رہتے ہیں اسی سے ان میں زندگی پیدا ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں ایک مصیبت تو یہ تھی کہ برٹش گورنمنٹ نے برطانوی رعایا کے برابر حقوق نہ دیئے۔ ہم اسے اس ایمپائر کی سب سے بری قباحت مانتے ہیں۔ ہمارے ملک سے اس سے زیادہ پیداوار حاصل کی جاتی جتنی خود برطانیہ کی کمائی کرنے والی جماعت سے ٹیکس حاصل کیا جاتا مگر ہمارے ملک کے باشندوں کو تعلیم اور ملٹرزم میں کوئی حق نہ دیا گیا حالانکہ یہ ہمارا قدرتی حق تھا ہم پر ظلم کیا گیا۔ ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی

قوم کے ہر ایک آدمی کو تعلیم یافتہ اور سولجر (Soldier) بنائیں۔ برٹش گورنمنٹ مجبور ہو کر ڈومینین سٹیٹس دے گی اور ہم اس مصالحت پر راضی ہیں۔ اس لئے کہ ہم چاہتے ہیں کہ برطانیہ کے شریک رہ کر اپنی قوم کو تعلیم اور فوجی تربیت میں یورپ کے برابر بنائیں۔

انقلاب اور حُریت

اصل مسئلہ یہ ہے کہ کوئی قوم اپنی حکومت پیدا ہی نہیں کر سکتی اور نہ کوئی پارٹی انقلابی ہو سکتی ہے جب تک اس کا ایک ایک فرد فوجی ڈیوٹی ادا کرنے کے لئے پورا پورا آمادہ نہ ہو جائے۔ اور فوجی ڈیوٹی ادا کرنے اور اس کے لئے قوم کو تیار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ جو شخص اس ڈیوٹی سے تخلف کرے اسے گولی سے اڑا دیا جائے۔ یہ چیز پہلے ہی دن انسان کو سمجھ لینا چاہیے کہ مجھے یہ سزا دی جائے گی۔ اس صورت میں ڈسپلن پیدا ہو سکتا ہے مگر افسوس ہے کہ ہمارے علماء کے دماغ پر جوں تک نہیں رینگتی! (الا ماشاء اللہ)

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝

(بے شک اللہ تو ان کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہے۔)

بُنیان مرصُوص کا مطلب

صف باندھ کر لڑنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں رخنہ نہ آنے دیا جائے جو صف دشمن کے مقابلے میں جائے اس میں سے جتنے آدمی شہید ہوں ان کا رخنہ فوراً پر کر دیا جائے اس طرح اپنی کمی پوری کرتے ہوئے یہ صف آگے بڑھے۔

بُنیان مرصُوص کی حقیقت

فوجی نظام میں یہ علوم متعارفہ کے درجے کی چیز ہے کہ جو افسر شہید ہو جائے اس کے نیچے کا آدمی فوراً خود بخود اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ اس نظام کا کوئی عہدہ آخری دم تک کبھی خالی نہیں رہتا۔ فتح اسی تنظیم کی صورت ہی میں ہو سکتی ہے۔ بعض اوقات حالات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں کہ صف میں ایک آخری آدمی باقی رہ جاتا ہے کہ وہ جاتا ہے تو فتح حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ ساری جماعت کی فتح شمار ہوتی ہے۔ جب تک مرنے والوں کی جگہ زندہ لوگ سنبھالنے کے قابل نہ ہو جائیں کسی فوجی نظام کا نام تک نہیں لینا چاہیے۔ اس کا حاصل یہ ہو گا کہ چاہے ہم سو آدمیوں کا دستہ دشمن

کے مقابلے میں بھیجیں مگر اس دستے میں جو کمی ہوتی رہے اسے پورا کرنے کا انتظام پیچھے سے ہوتا رہے۔ یہاں تک کہ سو آدمیوں کا دستہ آگے بڑھتا ہوا دشمن کو شکست دے دے۔ اس کے لئے اگر پیچھے ساری قوم تیار نہیں ہے تو وہ سو آدمیوں کا دستہ کبھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ جو لوگ اس طرح بنیان مرصوص بن کر لڑتے ہیں اللہ ان سب سے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے یعنی اللہ اس چیز کو پسند کرتا ہے کہ ساری قوم بنیان مرصوص بن کر کام کرے۔

عورتیں اور فوجی خدمت

قرآن حکیم کو ماننے والی جماعت اپنے رب کی حب حاصل کرنے کے لئے بغیر کسی جبر کے، یہ جبری ڈیوٹی (Conception) اپنے ذمے لے لے گی۔

مسلمانوں میں اللہ کے فضل سے اب تک یہ صلاحیت موجود ہے مگر جیسے سیاسی نظام پیدا کرنے کے میدان میں ان کے لیڈروں نے ان کو بدنام کر رکھا ہے ویسے ہی فوجی نظام پیدا کرنے میں ان کے علماء اور ان کے بزرگوں نے ان کو بے عزت کر دیا ہے۔ ان کے بڑے علماء اور بڑے بزرگ سب سے زیادہ بُزدل اور سب سے زیادہ عورتوں کے غلام ثابت ہوں گے۔ (الا ماشاء اللہ) تجربہ کر کے دیکھ لو یہ عورتوں کی غلامی کا مسئلہ مولانا شہیدؒ کے زمانہ میں بھی پیش آ چکا ہے اور میں خود بھی اسے دیکھ رہا ہوں۔ یہ لوگ عورتوں کے غلام ہیں، یہ کبھی گھر سے نہ نکلیں گے۔ حضرت مولانا اسماعیلؒ کے خط میں ایک فقرہ آتا ہے۔ ''در فرج زناں مشغول ہستند'' (سوانح احمدیہ)

ہمارا بھی یہی تجربہ ہے۔ ہمارے بہترین شاگردوں نے اس لئے جواب دے دیا کہ وہ عورتوں کی غلامی سے نہ نکل سکے۔ اس لئے ہمارے دماغ پر یہ خصوصی اثر آیا ہے کہ جب تک ہم عورتوں کو میدان میں نہ لائیں گے یہ بے ایمان مردہ طاقت حرکت میں نہیں آئے گی۔ اس لئے ہم میدان جنگ میں آنے کے لئے مرد اور عورت کی کوئی شرط نہیں لگاتے۔ چنانچہ ہماری ہر ایک عورت اور ہر ایک لڑکی میدان میں آئے گی اور جو اس کی مخالفت کرے گا، جب ہم کو نظام پر قبضہ مل گیا، ہم اسے فوراً گولی سے اڑا دیں گے۔ ہم گاندھی جی کے طریق انقلاب کے داعی نہیں ہیں۔ ہم اسی طریق انقلاب کو فقط تیاری کے لئے مفید سمجھتے ہیں جیسے رسول اللہ ﷺ مکی زندگی میں مفید سمجھتے تھے۔ ہم کسی عالم کو اس مسئلے پر گفتگو کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے کہ عورتوں پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا اس قسم کے مخذل اور بزدلی سکھانے والے لوگ اسلامی سوسائٹی سے چن کر مار دینے چاہئیں۔

مخذلین اور مرجفین کے استیصال کی ضرورت

حجتہ اللہ البالغہ جلد دوم ص ۱۷۵ میں ہے ''مخذل اور مرجف کو مجاہدین کی صف سے نکال دیا جائے۔'' پس ہم ان کو ختم کردیں گے بلکہ ان کو قوم ہی سے نکال دیں گے۔ انہوں نے ہماری مسجدیں منبر سنبھالی ہوئی ہیں اور مدارس پر بھی ان کی حکومت چل رہی ہے۔ ہماری زبان سے جتنا سب وشتم نکلتا ہے اس میں ہدف یہی لوگ ہیں اور وہ بھی ہماری جماعت کے علماء!! فَیَاحَسۡرَتا!

مسلمان اور فوجی خدمت

جیسے ہماری سیاسی زندگی میں یہ ایک ضروری مرحلہ ہے جسے طے کرنا پڑے گا ویسے ہی ہماری ایمانی زندگی میں قرآن حکیم کی حکمت کو سمجھ کر اس کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ ہم اسے قبول نہیں کرسکتے کہ جب ایک مسلمان اپنے ملک پر اپنی حکومت پیدا کرتا ہے تو وہ کس طرح اپنی ذات کو اور اپنے اہل کو جس میں اس کے لڑکے اور لڑکیاں ماں اور بیوی بھی شامل ہیں فوجی خدمت سے مستثنیٰ کراسکتا ہے؟

فوجی خدمت کی وسعت

فوجی خدمت فقط یہ نہیں ہے کہ میدان میں لڑیں۔ فوج کے متعلق کوئی سا کام پورا کرنا فوجی خدمت ہے۔ مگر ایک چیز سب میں مشترک رہے گی اور وہ یہ کہ ہر ایک شخص شہید ہونے کے لئے تیار رہے گا اور صف اول میں رخنہ پر کرنے والے آدمی موجود رہیں گے۔ اس مسئلے کو حل کئے بغیر یہ کہنا کہ ہم ------ ہندوستان میں اپنا مستقل نظام چاہتے ہیں پاگلوں کا کام ہے۔

انقلاب اور ڈپلومیسی

ہم ان عقلمندوں کی صف میں جانا گوارا نہیں کرتے جنہوں نے اپنی مجبوریوں سے مضطر ہوکر اپنے آپ کو پاگل بنا رکھا ہے۔ انقلاب اور اس کی روح اس سے انکار کرتی ہے کہ اپنی حقیقی فکر کو چالاکیوں سے چھپایا جائے۔ حکومت پیدا کرنے کے بعد بے شک ڈپلومیٹک سروس برداشت کرنی پڑے گی مگر حکومت پیدا کرنے والی ایک انقلابی پارٹی ڈپلومیسی استعمال نہیں کرسکتی اسے اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر آگے بڑھنا چاہیے۔

آیت نمبر ۵: وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِهٖ يٰقَوۡمِ لِمَ تُؤۡذُوۡنَنِیۡ وَقَدۡ تَّعۡلَمُوۡنَ اَنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ ؕ فَلَمَّا زَاغُوۡۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ ۝۵

(اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم ! مجھے کیوں ستاتے ہو، حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں پس جب وہ پھر گئے تو اللہ نے ان کے دل پھیر دیئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔)

اس آیت میں جس مکالمے کا ذکر ہے اس کا تفصیلی ذکر تورات میں موجود ہے۔ حضرت موسیٰ چند آدمی جاسوسوں کے طور پر دشمنوں میں بھیجنا چاہتے تھے ان لوگوں نے جانے سے انکار کر دیا اور کہا۔

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (مائدہ: ۲۴)

(تم خود چلے جاؤ اور تمہارا خدا بھی تمہارے ساتھ چلا جائے۔ ہم تو یہاں بیٹھے رہیں گے۔ تم دونوں وہاں لڑتے رہنا۔)

یہ ہے وہ ایذا جس کی طرف موسیٰ نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے (یہ ہماری تفسیر ہے) ہوا یہ کہ موسیٰ کے حکم سے دوسرے دو آدمی کھڑے ہو گئے اور وہ دشمن کے کیمپ کی خبریں لے کر زندہ واپس آ گئے جو لوگ بیٹھ رہے تھے انہوں نے موسیٰ پر یہ الزام لگایا تھا کہ یہ ہمیں قتل کرانا چاہتے ہیں جب وہ جاسوس زندہ واپس آ گئے تو اللہ نے موسیٰ کو اس الزام سے بری کر دیا وہ دو آدمی قتل نہ ہوئے موسیٰ اس الزام سے بری ہو گئے۔ یہ ترجمہ ہے اس آیت کا کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا

فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ

جہاد سے انکار کا انجام

جب وہ پھر گئے (یعنی جہاد میں آگے بڑھنے سے) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پھیر دیئے (بات سمجھنے سے)

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

یہ وہی جماعت ہے جس کا ذکر آیت نمبر ۵ میں آیا ہے۔ یہی الفاظ سورۃ المائدہ میں آئے ہیں جہاں یہ الفاظ ہیں۔

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝۲۵

((یہ حالت دیکھ کر) موسیٰ نے کہا ”خدایا! میں اپنی جان کے سوا اور اپنے بھائی کے سوا اور کسی پر اختیار نہیں رکھتا۔ پس تو ہم میں اور ان نافرمان لوگوں میں (اپنے حکم سے) فیصلہ کر دے)۔ (مائدہ: ۲۵)

مسلمانوں کے لیے درس عبرت

یہودیوں کا ذکر کر کے قرآن حکیم مسلمانوں کو تنبیہ کرتا ہے کہ وہ جہاد کے مسئلے میں آگے بڑھ کر پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیں ورنہ وہ بھی قرآن حکیم کی سمجھ سے محروم کر دیئے جائیں گے۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑥

(اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل ! بیشک میں اللہ کا تمہاری طرف رسول ہوں، تورات جو مجھ سے پہلے ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں۔ جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد (ﷺ) ہوگا پس جب وہ واضح دلیلیں لے کر ان کے پاس آگیا تو کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے۔)

جیسے موسیٰ ؑ نے جہاد کی بنیاد ڈالی اور صفیں باندھ کر دشمن سے لڑنے کا طریق شروع کیا اس کو قائم رکھنے والے انبیاء، رسول اللہ ﷺ تک پیدا ہوتے رہے۔ موسیٰ ؑ اور حضرت نبی اکرم ﷺ کے درمیان حضرت عیسیٰ ؑ ابن مریم ایک بڑے اولوالعزم نبی آئے جن کے ذریعے سے بائبل کی اشاعت ہوئی وہ عیسیٰ بن مریم اور ان کے حواری ہیں۔

بنی اسرائیل میں شاندار حکومت کا مرکز پیدا کرنے کا درجہ طے ہو چکا ہے۔ اب اگر بنی اسرائیل کے سوا دوسری قومیں بھی اپنا ایمان اور فکر اس طرح کا بنالیں تو وہ بھی اس برکت کی مستحق ہو سکتی ہیں اور بنی اسرائیل کے ساتھ حکومت میں اشتراک پیدا کر سکتی ہیں مگر موسیٰ ؑ کے متبع یعنی یہود، اسے قبول نہیں کرتے۔

اس تحریک میں عیسیٰ (ؑ) کا مقام

حضرت عیسیٰ ؑ نے اس تحریک کو عالمگیر بنانے کی کوشش کی مگر یہود ان کے روبرو اس بات پر آمادہ نہ ہوئے۔ بایں ہمہ حضرت عیسیٰ ؑ کے حواریین نے اپنا سلسلہ قائم رکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بائبل دنیا کی تمام قوموں میں پھیل گئی۔ ہر قوم کے مفکرین کو جنہوں نے بائبل کے اصول کو مان کر اس تحریک میں حصہ لینا چاہا مسیح کے حواریوں نے ان کو مساوی درجہ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قوموں کی قومیں عیسائیت میں داخل ہونے لگیں اور پھر ان میں بھی حکومت آگئی۔ اس طرح مسیح ؑ نے تورات کی بین الاقوامی اشاعت میں خاص حصہ لیا۔ ان کی نبوت بھی بنی اسرائیل میں ایک مستقل شان رکھتی ہے۔

حضرت مسیح کی پیش گوئی فارقلیط کے بارے میں

مسیح کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ جیسی بین الاقوامی حکومت تورات کے اصول پر بنی چاہیے وہ ان کے حواریوں کی کوشش سے نہیں بن سکے گی بلکہ اس کے لئے بنی اسماعیل میں ایک نبی پیدا ہوگا وہ اسے مکمل کرے گا اس لئے انہوں نے اپنے حواریوں کو وصیت کی کہ تم اپنا کام جاری رکھو تا آنکہ فارقلیط تمہارے پاس آجائے، میں جا رہا ہوں میرے گئے بغیر نہیں آئے گا میں اسے بھیجوں گا وہ میری بات کہے گا۔ جو کام خدا کرتا ہے میں تمہیں اپنے نام سے کہتا

ہوں یعنی بھیجے گا تو اسے خدا ہی، مگر تمہارے لئے ایک وجہ تسلی ہے کہ جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے وہ آکر اس کی تصدیق کرے گا تو تم اپنے کام کو اطمینان سے جاری رکھ سکو گے۔

نکتہ اشتراک

حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کام میں نقطہ اشتراک بین الاقوامی حکومت ہے۔ مسیح کے حواری تورات کی تعلیم کو بین الاقوامی اشاعت دے دیں گے مگر اس کی حکومت قائم کرنے کے لئے جتنے حوصلے اور طاقت کی ضرورت ہے وہ یہ حواری پیدا نہیں کر سکیں گے، اس کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنی اسماعیل میں مبعوث ہوں گے اور اپنی قوم سے طاقت پیدا کرلیں گے، جو اسی حکومت کی پشتیبانی کرے گی۔

حضرت مسیح کا شاندار کارنامہ

حضرت مسیح علیہ السلام نے تورات کے علم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک ملانے میں بڑے شاندار واسطے کا کام دیا ہے۔ اگر وہ تورات کی تعلیم کو بین الاقوامی طاقتوں میں منتشر نہ کر سکتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے بین الاقوامی حکومت پیدا کرنا آسان نہ ہوتا۔ ممکن تھا کہ جیسے بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے تعلیم پانے کے بعد اسے محدود کرایا ایسے ہی بنی اسماعیل بھی پوری طرح تیاری کرنے کے بعد اپنے مشن کو محدود کردیتے۔ مگر چونکہ تورات کی تعلیم حضرت مسیح علیہ السلام کے توسط سے عام طور پر پھیل چکی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کو دوسری قوموں کی معاونت اس حد تک حاصل ہوگئی کہ وہ تورات کی فکر سے جسے بنی اسماعیل حکومت میں لانا چاہتے تھے آشنا ہو چکی تھی اس لئے رسول اللہ کی جماعت کے لئے بین الاقوامی حکومت پیدا کرنا نسبتاً آسان ہو گیا۔

یہودی علماء کی کور باطنی

اب اگر تورات کے عالموں کو جہاد کے متعلق بصیرت حاصل ہوتی تو وہ دوسری قوموں کی اس ذہنیت سے کہ وہ تورات پر اپنے نظریات درست کر چکے ہیں فائدہ اٹھاتے مگر یہودی اس درجے کے فراخدل نہیں تھے کہ ان کی مثال ہندوستان کے برہمنوں اور بنی اسماعیل کے بعض فرقوں میں پائی جاتی ہے۔

مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ

یعنی میں بائبل کے اس حصے کو جسے عہد قدیم کہا جاتا ہے ٹھیک مانتا ہوں مگر اسے دوسری قوموں میں پھیلانا

چاہیئے یہ کام میں اچھی طرح سرانجام دے سکتا ہوں پس میری بات سنو اور مانو۔ مگر میں تم میں یہ قابلیت نہیں پاتا کہ تم اس بین الاقوامی تعلیم کی خلافت پیدا کرلوگے۔

وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ ؕ

پیشگوئی کی تحریف

میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ایک رسول ﷺ آئے گا جو میرے کام کی اساس پر بین الاقوامی خلافت پیدا کرے گا، اس کی بنیاد تورات ہوگی اس نبی کا نام احمد ﷺ ہوگا یعنی فارقلیط کا ترجمہ ہے آگے تحریف کرکے یہود نے اس کے ہجے بدل دیے اور اس کا ترجمہ تسلی دینے والا وغیرہ کردیا۔ یہ یہود کی عام عادت ہے۔ یہ لوگ الفاظ کے ہجوں میں تھوڑی سی تبدیلی کرکے انہیں دوسری معنوں میں استعمال کرتے رہے ہیں۔ جس معنی کو نہیں بدلنا چاہتے اس میں دوسری قرات پیدا کرکے اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔

مولوی محمد حسین بٹالوی نے ''اشاعۃ السنہ'' میں فارقلیط پر سیر حاصل بحث کی ہے اور دکھایا ہے کہ کیسے اس کی ہجے بدلی گئی اور کیا کیا معنی پہنائے گئے اس سے پہلے مولانا امداد اللہ رحمتہ اللہ صاحب مہاجر مکیؒ اس لفظ پر بحث کرچکے ہیں۔ موجودہ اناجیل میں یہ مسئلہ بالکل صاف نظر آتا ہے۔ اس حصے پر سرسید احمد خان نے ''خطبات احمدیہ'' میں بہت اچھی بحث کی ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ۝

یہود کی غلطی

وہ احمد ﷺ آگیا تو یہود اس کا انکار کرنے لگ گئے اور کہنے لگے کہ بین الاقوامی حکومت کیسے بن سکتی ہے؟ یہ کوئی جادو ہے؟ حکمران تو ایک ہی ہوگا اور وہ ہم میں سے ہوگا۔ ہم ابراہیم علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ پس بادشاہ ہمیشہ ہمارا ہی ہوگا۔ ہم کسی دوسرے کی بادشاہی قبول نہیں کرسکتے۔ اس میں ان کی غلطی یہ ہے کہ حکومت اصل میں قانون کی ہوتی ہے یا شخص کی؟ اگر قانون کی حکومت ہے تو دوسری قوم سے لوگ بھی بادشاہ بن سکتے ہیں بشرطیکہ اس قانون کو چلائیں۔ پھر یہود کا اصرار کہ ہمارے سوا کوئی بادشاہ ہو ہی نہیں سکتا ٹھیک نہیں۔

پیغمبر علیہ السلام کی وصیت حجۃ الوداع میں

رسول اللہ ﷺ نے قرآن حکیم کی بادشاہی کی دعوت دی اور اس کو قائم کردکھایا اور اپنے بعد جو چیز چھوڑ گئے

وہ فقط قرآن ہے۔ حجۃ الوداع میں جو خطبہ دیا وہ مسلم کی حدیث میں صاف موجود ہے۔ آپ نے فرمایا میں تم میں ایک چیز چھوڑے جاتا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اس سے آگے فرمایا کہ وہ القرآن ہے۔ ایک اور موقع پر رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تمہارا امیر چھوٹے سر والا حبشی ہو مگر یَقُوْدُکُمْ بِکِتَابِ اللّٰہِ فَاتَّبِعُوْہُ ۔ یہ ہے وہ کام جو احمد مرسل ﷺ کر گئے تمام دنیا کی قومیں اس کی تعریف کریں گی۔ تورات کا قانون صحیح تھا اسے تمام قوموں میں جاری کر دکھایا۔

روایت اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ

جیسے یہودیوں میں یہ فکر تھا کہ ہمارے سوا کوئی بادشاہ نہیں ہونا چاہئے، ویسے ہی قریش بھی ایک جماعت تھی اور اب تک ہے۔ پہلا دور قریش کی حکومت کا یقیناً گزر چکا ہے اس لئے مسلمانوں میں اَلْاَئِمَّۃُ مِنَ قُرَیْشٍ کا فقرہ مسلمانوں کے ذہنوں میں راسخ ہو گیا ہے۔ یہ حدیث کس درجے کی صحیح ہے اس سے ہم بحث نہیں کرتے مگر یہ متفق علیہ تاریخی حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد بغداد کے خاتمے تک قریش ہی کی سرداری رہی۔ اس پانسو برس کی مدت میں جو چیز علماء و حکماء اور سیاسی جماعتوں میں مسلم رہی وہ یہی ہے کہ امامت قریش کی ہے لیکن بعض لوگ اسے مستقل قانون کا درجہ دیتے ہیں۔ ان کی ذہنیت یہود کی ذہنیت کے مشابہ ہے۔ ان لوگوں کا فکر یہ ہے کہ قرآن پر عمل کرنے والی جماعت خواہ حبشہ سے پیدا ہو یا ایران سے، ہند سے پیدا ہو یا یورپ سے امامت ہر صورت میں قریش ہی کے لئے مخصوص ہے۔

حکومتوں میں طاقت قومی فوج کے زور سے ہوتی ہے جب امیر ایسا ہو کہ فوجی طاقت طبعی طور پر اس کی معاونت نہ کرتی ہو تو اس انمل جوڑ سے کبھی مضبوط حکومت دنیا میں چل نہیں سکتی۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ جس قوم میں قرآن کی حکومت چلانے کی اہلیت ہے اور جس کی قومی فوج اس کی تائید کے لئے تیار ہے اس میں سے امیر وہی ہو گا جو قرآن کی حکومت چلائے گا۔ اس کے بعد تمام مسلمانوں کو اس امیر کی اطاعت کا حکم اور قریش کو بھی اس امیر کی تابعداری کرنی چاہئے تب رسول اللہ ﷺ کا مشن دنیا میں کامیاب سمجھا جائے گا۔

جب ہم حدیث پڑھ چکے تو اَلْاَئِمَّۃُ مِنَ قُرَیْشٍ پر ہمیں اطمینان تھا مگر ہمارے استاد دولت عثمانیہ کے خلیفہ کی حمایت سکھاتے تھے۔ اس سے ہمیں شبہ پیدا ہوا کہ یہ تو قریش نہیں ہیں ان کی اطاعت کیوں کی جائے؟ ہم نے اپنے استاد سے پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ اگر قریش میں حکومت سنبھالنے کی اہلیت نہ ہو تو کیا پھر بھی الائمہ من القریش ہوں گے؟ ہمیں بات سمجھ میں آگئی اب ایک مثال سے واضح کرتے ہیں۔

ایک مثال : حدیث میں ہے کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اب ایک ایسا شخص فرض کرو جسے فاتحہ نہیں آتی تو فقہ حنفی میں طہ شدہ مسئلہ ہے کہ وہ قرآن حکیم کی کوئی سورت پڑھ لے گا تو اس کی نماز ہو جائے گی چونکہ یہ مسئلہ ہماری ذہن میں راسخ تھا اس لئے استاد کے مختصر جواب سے سب کچھ سمجھ میں آگیا۔

خاتمیت قرآن کی تحقیق

(۱) تبدل قومی اور خاتمیت

قرآن جب اس طرح پر تمام قوموں کو جو قرآن کی تعلیم جاری کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں، مساوی حق دیتا ہے تو اب ہم یہ چیز بھی مان سکتے ہیں کہ قرآن حکیم کی تعلیم قیامت تک جاری رہے گی۔اس لمبی مدت تک قرآن حکیم کے جاری رہنے میں جو چیز مانع ہوسکتی ہے وہ یہی ہے کہ ایک قوم اپنی طاقت ختم کر چکی ہے یا ایک نظام اپنی طاقت ختم کر چکا ہے (مثلاً بادشاہی نظام) اگر قرآن حکیم اس قوم یا نظام کے ساتھ وابستہ ہے تو یقیناً اسے بھی اس قوم یا نظام کے ساتھ وابستہ مان لینا پڑے گا۔

پہلے ہزار سال میں جن جن قوموں نے اسلام کی خدمت کی ان میں بادشاہی نظام تھا۔ دوسرے ہزار سال سے شاہی نظام ٹوٹنا شروع ہوا اور اب جمہوری نظام دنیا پر حکومت کر رہا ہے۔ اگر یہ چیز مان لی جائے کہ قرآن حکیم کی تعلیم کسی خاص قوم یا نظام کے ساتھ پابند نہیں ہے تو کہنا پڑے گا کہ جونسی قوم یا جونسا نظام قرآن حکیم کی حکومت چلائے گا تمام مسلمانوں کو اس کی اطاعت کرنی ہوگی چاہے قریش ہوں یا غیر قریش۔ اس قسم کی بات مان لینے کے بعد اس امر کے باور کرنے کا کافی موقع ملتا ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیم قیامت تک جاری رہے گی۔

اس کے برعکس قرآن کی حکومت قائم کرنے کے لئے خاص قوم یا خاص نظام معین کر دیا گیا تو قرآن کی عمر اس قوم یا اس نظام کی عمر تک ہی چل سکتی ہے،اس کے بعد قرآن حکیم کو قطعی طور پر ختم ہو جانا چاہیے۔

ایک قوم سے حکومت (بادشاہی) دوسری قوم میں چلی جائے اور دوسری قوم بھی قرآن کا حکم قائم رکھے تو اس طرح پر اسلام کی عمر لمبی اور لامحدود ہو جائے گی۔ اور اس بات کو ماننے والے اکثر علماء مسلمانوں میں موجود ہیں، وہ قرآن کو کسی قوم کے ساتھ مقید نہیں مانتے۔ پہلے عربوں نے قرآن حکیم کی حکومت قائم کی پھر ایرانیوں نے کی پھر ترکوں اور ہندیوں میں آئی تو اہل علم ان سب کی خدمات کی قدر کرتے ہیں مگر یہ سارے نظام میں شامل تھے۔ سب قوموں کی تبدلات میں نظام ایک ہی رہا۔

تبدیل نظام اور خاتمیت

اب جس حالت میں پہلا نظام بدل گیا تو دوسرے نظام سے بھی قرآن کی خدمت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ ایسے عالم تو ملیں گے جو یہ ماننے پر مجبور ہو جائیں کہ دوسرے نظام سے بھی حکومت ہونی چاہیے ورنہ قرآن کی حکومت قیامت سے پہلے ختم ماننی پڑے گی۔

یہاں یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ جہاں ایک قوم کی عقل قرآن کی خدمت کرنے سے عاجز آ جاتی ہے وہ اپنا اطمینان اس طرح کر لیتی ہے کہ اب قیامت آ گئی۔ درحقیقت ان کی اپنی موت آ گئی ہوتی ہے۔ اگر اس جملے میں صداقت ہے تو فقط اتنی کہ اس قوم کی قیامت آ جاتی ہے اسے تمام قوموں کی قیامت ماننا احمقانہ خیال ہے۔ چونکہ اکثر مقدس لوگ پہلے خیال کے حامی ہیں اس لئے انہیں کچھ کہا نہیں جاسکتا حالانکہ دیکھ رہے ہیں کہ قومیں بڑھ رہی ہیں اور مسلمانوں کی جگہ لے رہی ہیں مگر نہیں مانتے۔

ایسے ہی اگر ایک نظام ختم ہو جائے گا تو اس نظام کے متبعین بھی شور مچانے لگ جائیں گے کہ قیامت آ گئی، اس کے بغیر ان کی طبیعت مطمئن ہو ہی نہیں سکتی۔ یہاں بھی اس طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اس نظام کی موت یا قیامت آ گئی یہ صحیح ہے لیکن اگر دوسرا نظام اس کی جگہ لے رہا ہے تو اسے نوع انسان کی قیامت کس طرح کہا جاسکتا ہے؟ الغرض اس بات کو ماننے والے اکثر اہل علم موجود ہیں جو قوموں کی تبدیلی سے قرآن کی تعلیم جاری رہنے کے قائل نہیں اور ایسے ارتجاعی (Reactionary) بھی موجود ہیں جو اپنی قوم کے سوا دوسری قوم کو قرآن کا خادم نہیں دیکھ سکتے۔

اب جس زمانے سے یہ نظام بدل گیا ہے اہل علم ضرورت تو سمجھتے ہیں کہ کوئی نیا نظام ہونا چاہیے، جس سے قرآن کی خدمت ہو اور جس سے کامیاب قرآنی حکومت بنائی جائے مگر کوئی نظام پیش نہیں کر سکتے۔ ہماری سمجھ یہ ہے کہ خدا نے شاہ ولی اللہ کو اس کام کے لئے خاص طور پر منتخب کیا ہے۔ اس نظام کے تبدیل ہونے سے پہلے اسلام کے لئے نیا نظام پیش کرتے ہیں۔ اس تبدیلی نظام کے بعد بھی قرآن کی حکومت کی عمر لمبی ہو سکتی ہے ہم اس پر مطمئن ہیں اور ہم اس چیز کی طرف اہل علم کو توجہ دلانا چاہتے ہیں۔

قرآن حکیم اور جمہوری دور

قرآن عظیم کی بین الاقوامی حکومت کا ایک دور شاہی نظام کے ماتحت ختم ہو چکا اب جمہوری نظام پر انٹرنیشنل ازم کے ماتحت قرآن حکیم دنیا پر حکومت کر سکتا ہے۔ اس لئے پہلے مسلم اقوام میں جمہوریت آنی چاہیے پھر یہ جمہوریتیں مل کر ایک انٹرنیشنل مرکز پیدا کریں۔ ہر ایک جمہوریت میں اور اس انٹرنیشنل مرکز میں قرآن حاکم ہو۔

شاہ ولی اللہ اور جمہوری نظام

جس قدر مواد شاہ ولی اللہ کی کتابوں میں ملے گا جو وہ حضرت عثمانؓ کی خلافت تک کے دور سے استنباط کرتے ہیں وہ اس نئے دور میں کافی ہے۔ ان کو بعض مسائل میں جمہور اہل علم سے مقابلہ کرنا پڑا ہے اس لئے ان کی بات آسانی سے لوگوں میں شائع نہ ہو سکی، صاف لفظوں میں کہا جائے تو بات یوں ہے کہ وہ حضرت علیؓ کے دور کو خلافت راشدہ سے خارج کر دیتے ہیں اس میں وہ نرم نرم الفاظ استعمال کرتے ہیں تاکہ یہ بات لوگوں کی سمجھ میں آ جائے۔ اگر ہماری طرح وہ بھی صاف اور کھلے لفظوں میں کہہ دیتے تو ان کی کتاب پڑھی نہ جاتی اور آج بھی اہل علم کا دماغ اتنا جامد ہے کہ وہ اس حقیقت پر غور کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ اگر حضرت علیؓ کا دور جو فتنے کا زمانہ تھا قرآن حکیم کی تعلیم کا صحیح مصداق ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ قرآن حکیم نظام کی پابندی نہیں سکھاتا۔ حضرت ابو بکر اور سیدنا عمر کے زمانے میں نظام تھا تو بھی قرآن کی حکومت ہے، حضرت علیؓ کے زمانے میں نظام نہیں تو بھی قرآن کی حکومت ہے۔ اس سے آج کل کے اہل علم کو یہ لکھنے کا موقع ملتا ہے کہ قرآن حکیم براہ راست کوئی نظام نہیں سکھاتا۔ اسی لئے ٹرکی میں لادینی حکومت پیدا ہو گئی ہے اور کل کو مصر میں ہو کر رہے گی اور مصر عربی ممالک کا دماغ ہے۔ ایران آدھے سے زیادہ لادینی حکومت پیدا کر چکا ہے۔ افغانستان ٹرکی کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔ اس طرح جس قوم میں جمہوریت کے ساتھ قرآن حکیم کا نظام چلانے کے لئے کوئی عقلمندی باقی نہیں رہی ان کے علماء ان کو براہ راست چلانے کا دعویٰ کر سکتے ہیں مگر جمہوریت کے ساتھ قرآن حکیم چلے گا تو فقط شاہ ولی اللہ کا بنایا ہوا نظام چلے گا۔

قرون ثلاثہ اور حضرت علیؓ کی خلافت

جمہوریت کے ساتھ قرآن حکیم کو چلانے کی سمجھ پیدا کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت کو قرون ثلاثہ مشہود بہاالخیر سے خارج کر دیا جائے اور حضرت عثمانؓ کا زمانہ ہی تسلیم کر لیا جائے اور اسی کو قرون ثلاثہ المشہود بہاالخیر کا مصداق قرار دیا جائے پھر اس دور کے مندرجہ ذیل تین درجے ہوئے۔

(۱) رسول اکرم ﷺ

(۲) سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمرؓ کا زمانہ

(۳) سیدنا عثمانؓ کا زمانہ

یہ امام الہند ولی اللہ کی تعلیم ہے جس میں ہم نے تھوڑا سا تصرف کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمرؓ کو ایک ساتھ ملاتے ہیں ہم نے سیدنا ابو بکرؓ کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملا دیا ہے، یہ ہماری ذاتی رائے

ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سیدنا ابو بکرؓ نے حضرت رسول اللہ ﷺ کے نظام کو نہیں بدلا۔ بلکہ ویسا ہی قائم رکھا اس لئے سیدنا ابو بکرؓ اور حضرت نبی اکرم ﷺ کے دور کو ایک سمجھنا چاہیے۔ سیدنا عمرؓ نے اس نظام میں قدرے تبدیلی کی اس لئے ان کے دور کو دوسرا دور کہنا زیادہ موزوں ہے۔ لطف یہ ہے کہ اگرچہ سیدنا عمرؓ نے نظام میں کچھ تبدیلی کی لیکن بعد میں اس تبدیلی پر خود ہی افسوس کرنے لگے اور فرمانے لگے کہ کاش! میں یہ تبدیلی نہ کرتا تو اچھا تھا اور ابو بکرؓ کے درجے پر کام کرتا رہتا تو بہتر ہوتا، پس سیدنا عمرؓ کے دور کو دوسرا دور قرار دینا زیادہ موزوں ہوگا۔

خلافت صدیقی اور حکومت فاروقی کا فرق

سیدنا ابو بکرؓ کے زمانے میں سرمایہ داری کا کوئی احساس قائم نہیں ہونے دیا گیا۔ ساری جماعت مجاہدین ایک درجے پر بقدر ضرورت وظیفہ پاتی رہی۔ چنانچہ جس کے زیادہ بچے تھے اسے زیادہ مل جاتا تھا اور جس کے کم تھے اسے تھوڑا مل جاتا تھا۔ کام کرنے والوں کے اندر بھی کوئی مراتب قائم نہیں کئے گئے تھے۔ بعینہ یہی حال حضرت نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں تھا۔ پس قرآن حکیم کی تعلیم پر عمل کرنے کا یہی معیار ہے۔ سیدنا عمرؓ نے درجے مقرر کردئے اور اسی طرح سرمایہ داری کی بنیاد پڑ گئی۔ گو سیدنا عمرؓ نے اسے غلط طریقے پر جانے نہیں دیا اور پھر آخر میں نادم ہوئے اسی کے بعد سیدنا عثمانؓ کے زمانے میں ایک تقسیم پر اور اضافہ ہوا جس سے بنو ہاشم اور بنو امیہ علیحدہ علیحدہ جماعتیں بن گئیں اس لئے سیدنا عثمانؓ کی حکومت تیسرے درجے کی حکومت ہے مگر اس عہد میں بھی سرمایہ داری، سوسائٹی کی اساس نہ بن سکی۔ شاہ صاحب اس کے بعد کسی دور کو قابل تقلید نہیں مانتے۔

حضرت علیؓ کا مقام

ان حالات میں شاہ صاحب کے لئے حضرت علیؓ کا مسئلہ بہت پیچیدہ بن جاتا ہے۔ خوارج حضرت علیؓ کے اس اخراج پر بہت خوش ہوں گے مگر شاہ صاحب اس پر کیسے راضی ہو سکتے ہیں؟ اس لئے شاہ صاحب نے حضرت علیؓ کو آئندہ تمام انقلابات کا امام مان لیا ہے۔ اول امام الانقلاب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور دوسرے درجے پر امام الانقلاب حضرت علیؓ ہیں۔ شاہ صاحب اس مسئلے پر تفہیمات الٰہیہ (جلد اول ص۶۷ ص۱۱ جلد اول ص۲۴۵) میں مفصل بحث کر چکے ہیں۔

اس طرح انقلاب، خلافت راشدہ کا جز بن جاتا ہے۔ اب کسی اسلامی نظام کو انقلاب سے علیحدہ کر کے مستقل درجہ دینا غلط ہوگا یوں حضرت علیؓ کی خلافت بھی خلافت راشدہ میں شمار کی جائے گی۔

شاہ ولی اللہ کی امامت

الغرض بین الاقوامی نظام کو قائم کرنے والی تعلیم جو قرآن حکیم ہے اس پر ہماری آج تک کی معلومات کے بنا پر شاہ ولی اللہ کو امام بنائے بغیر اس دوسرے ہزار سال میں عمل تقریباً ناممکن ہے۔ پس اس کے لئے شاہ صاحب کو امام ماننا پڑے گا اور اسلامی جمہوریتیں قائم کرکے حجاز مقدس میں بین الاقوامی جمہوری نظام قائم کرنا ہوگا۔

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ

ترجمہ : پھر جب انکے پاس بینات آگئیں تو کہنے لگے یہ تو کھلم کھلا جادو ہے۔

بینات کیا ہیں؟

رسول اللہ ﷺ کی تصدیق جو تورات کی آیتوں سے اور انجیل کی آیتوں سے صاف واضح ہوتی ہے، جیسا کہ سر سید احمد کے ''خطبات احمدیہ'' میں تصریح کی گئی ہے، یہ بینات ہیں۔

سحر سے کیا مراد ہے؟

حضرت نبی اکرم ﷺ وہی پروگرام لے کر آئے ہیں جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ لے کر آئے تھے یعنی حضرت نبی اکرم ﷺ بھی بین الاقوامی حکومت پیدا کرنا چاہتے ہیں جس پر حکم خداوندی حاکم ہو مگر یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس پروگرام کے تحت بین الاقوامی حکومت کا پیدا ہو جانا جادوگری ہوگی، موسیٰؑ کے طریق کار کا کام نہ ہوگا۔ یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کو اس سلسلے کا متمم نبی قبول ہی نہیں کرتے۔

(۷) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

ترجمہ : اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسلام کی طرف اسے بلایا جا رہا ہے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

کتاب الٰہی کی اطاعت کرنا اور اس کا حکم ماننا ہی اسلام ہے۔ قرآن حکیم توریت کی اطاعت کا حکم دیتا ہے گویا وہ اسی اسلام کی دعوت دیتا ہے جسے موسیٰؑ اور عیسیٰؑ قائم کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ اگر کوئی جماعت جو ان کے اتباع کی مدعی ہو اس کا انکار کر دے تو اس سے بڑھ کر بے انصافی اور کیا ہو سکتی ہے؟ انصاف کا اعلیٰ درجہ یہی ہے کہ خدا کے قانون کی بے رو رعایت واطاعت کی جائے۔ خدا کا وہ قانون جو ابراہیمؑ کے ذریعے سے پھیلا اور موسیٰؑ کی کتاب میں ضبط کیا گیا تھا اسی کی دعوت رسول عربی ﷺ دیتے ہیں، اس کے انکار کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ مخالفین خدا کے نام پر انصاف کرنا نہیں چاہتے یہی سب سے بڑی بے انصافی ہے۔ یہ لوگ ابھی تک اس کے منتظر بھی ہیں کہ

ایک متمم نبی آئے جو توریت اور انجیل کے احکام پورے کر دے اور اسکے باوجود اس نبی ﷺ اعظم کو نہیں مانتے۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۝

اس بے انصافی اور ظلم کے بعد جو انہوں نے قرآن حکیم کے ساتھ برتی ان کا کوئی حق نہیں رہتا کہ خدا سے یہ امید رکھیں کہ کوئی اور نبی ان کی ہدایت کے لئے بھیجا جائے۔

ارتجاعی جماعتیں

ان آیتوں کے تقاضے سے ہم جس قدر سمجھ سکتے ہیں اس کا یہی حاصل ہے کہ جس نبی کا انتظار یہودی کر رہے ہیں یا عیسائی کر رہے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ ان کے تشریف لانے کے بعد کسی نبی کا انتظار قطعاً غلط ہے۔ وہ لوگ اپنی ضد سے باز نہیں آتے اور انتظار کئے جاتے ہیں، ان جیسی ارتجاعی جماعتیں مسلمانوں میں بھی پیدا ہو گئیں ہیں۔ ان کے ہاں یہ فکر کہ کوئی اور شخص آکر دینی تعلیم کو مکمل کرے گا مسلسل پایا جاتا ہے۔ اس کا کوئی اور مطلب ہو اور قدرت الٰہی کوئی آدمی پیدا کر دے تو اسے ہم ممکن مانتے ہیں مگر یہ کہ انسانوں کو تعلیم دینے کے لئے کوئی اور شخص آئے گا اسے ہم قطعاً غلط مانتے ہیں۔

(۸) يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۝

ترجمہ: وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھادیں اور اللہ اپنا نور پورا کر کے رہے گا اگرچہ کافر برا مانیں۔

ان کی کوششیں یہی ہیں کہ نور الٰہی (قرآن حکیم) بجھادیا جائے۔ اپنے پراپیگنڈہ کے زور سے اس کی تعلیم کو ناکام بنادیں مگر اللہ اس تعلیم کو کامیاب بنا کر چھوڑے گا۔ مخالف لوگ ناکام رہیں گے مگر ان کو جبراً مغلوب ہو کر رہنا پڑے گا۔

(۹) هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۝

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اس کو سب دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک ناپسند کریں۔

کسریٰ و قیصر کے مغلوب ہو جانے کے بعد اس دین کا غلبہ تمام ادیان پر محقق ہو گیا۔ اس کی تفصیل شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا میں خوب بیان فرمائی ہے۔

الْهُدٰى افراد نوع انسانی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح تعلق پیدا کرنے کے لئے جس ہدایت کی ضرورت ہے وہ الہدی ہے۔

دِيْنِ الْحَقِّ اجتماعی قانون جو بین الاقوامی پوزیشن حاصل کرنے کی کامل صلاحیت رکھتا ہے دِيْنِ الْحَقِّ ہے۔ یہ

بھی قرآن میں دیا گیا ہے۔ چونکہ قرآن کا قانون نوع انسان کے لئے بہترین طبعی قانون ہے اس لئے اس کا تمام ادیان پر غلبہ ہونا چاہیے۔ یہ انسانیت کی طبعی ضرورت ہے۔

اَلْمُشْرِکُوْن جن لوگوں نے خدا کے سوا کسی اور کو حاکم مان لیا اور خدا کے قانون کے سوا کسی اور نظام قانون کو بین الاقوامی درجہ دیا وہ مشرک ہیں۔ ان کو مجبور ہو کر اس بین الاقوامی قانون کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑے گا۔ یہی وہ عظیم الشان انقلاب ہے جس کی قرآن حکیم دعوت دیتا ہے۔ جب یہ نور دنیا میں پھیل جائے اور اپنی قوت کا ثبوت ایک مرتبہ دے دے تو اب کسی اور نبی کا انتظار بے سود۔ اسی پروگرام کو انقلابی رنگ میں چلایئے۔

بین الاقوامی غلبے کا پروگرام

رسول اللہ ﷺ کے عمل سے سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمرؓ کے زمانے میں اظہار دین ہو جائے گا۔ یہ ایک مخصوص جماعت کی کوشش کا نتیجہ ہو گا جسے حزب اللہ کہتے ہیں۔ یہ ایک مثال ہے اب آئندہ اس مثال کے مطابق کام ہونا چاہیے۔ اسی طرح ہمیشہ ایسا غلبہ متحقق ہوتا رہے گا اس لئے کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ پروگرام کیا ہے جو رسول اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب کے عمل سے مستنبط ہوتا ہے؟ اس کا ذکر آیات نمبر ۱۰۔ ۱۳ میں آتا ہے۔

(۱۰) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے؟

عذاب الیم کیا ہے؟

ایک مذہبی جماعت کا غیر مذہبی حاکم کی اطاعت پر مجبور ہو جانا عذاب الیم ہے۔

هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝

تمہیں ایک معاملہ بتائیں جیسے ایک تاجر سوچ سمجھ کر اپنی مرکزی طاقت بڑھالیتے ہیں تم بھی ایک کام اپنے ہاتھ میں لے لو تو اس عذاب سے ہمیشہ نجات پاؤ گے اور کوئی غیر طاقت جو خدائی قانون کو نہ مانتی ہو تم پر غالب نہ آسکے گی۔

(۱۱) تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تم اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ

عذاب الیم سے بچنے کے لئے پہلا کام

ایمان : کامیابی کا پہلا اصول یہ ہے کہ قرآن عظیم پر ایمان لاؤ اور اس کی تشریحات جو رسول اللہ ﷺ نے دیں اور جن کے مطابق آپ نے لائحہ عمل بنایا اس پر ایمان لاؤ۔ اس کے متعلق ایسا یقین پیدا کر لو کہ کسے اور چیز کے متعلق نہ ہو۔

تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ

دوسرا کام : یہ قانون ہی سبیل اللہ ہے۔ اسے کامیاب بنانے کے لئے مال دینے اور سر دینے کی ضرورت ہے۔ یہ بات پہلے طے ہو چکی ہے کہ سب کچھ حزب اللہ کے نظام کے اندر ہو گا۔ اس طرح مال اور سر کی بازی لگا کر کام کرتے رہو یہی جہاد ہے۔

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ یہ بہترین طریقہ ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تمہیں معاملات دنیا کے اتار چڑھاؤ اور قوموں کے تنزل و ترقی کا علم ہو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ اس سے بہتر اور کوئی طریقہ ہو ہی نہیں سکتا۔

(۱۲) يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۲

ترجمہ : وہ تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں اور پاکیزہ مکانوں میں ہمیشہ رہنے کے باغوں میں یہ بڑی کامیابی ہے۔

(۱۳) وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۳

ترجمہ : اور دوسری بات جو تم پسند کرتے ہو، اللہ کی طرف سے مدد ہے اور جلدی فتح اور ایمان والوں کو خوشخبری دیدے۔

کام کا نتیجہ

اس طرح کام کرنے سے انسانیت کی دونوں ضرورتیں پوری ہو جائیں گی یعنی

(۱) تعلق باللہ کی اصلاح

(۲) دنیا میں غلبہ

(۱) تعلق باللہ کی اصلاح

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔ اللہ اور بندے کے تعلقات، اس کے پروگرام جہاد فی سبیل اللہ سے درست ہوں گے۔ جو الھدیٰ کا نتیجہ ہے۔ (هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى۔ آیت ۹) اس میں شاہ ولی اللہ نے کتاب خیر کثیر میں کافی بحث کی ہے۔

نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتۡحٌ قَرِيۡبٌ: جہاد فی سبیل اللہ کا دوسرا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارا دین سب ادیان پر غالب آجائے گا۔ (هُوَ الَّذِىۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَ دِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ)

وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ان کو اس بات کی بشارت دو کہ جب وہ اس ایمانی طریق پر کام کریں گے تو ہمیشہ غالب رہیں گے۔

حضرت مسیح (علیہ السلام) کا نمونہ

رسول اکرم ﷺ کی جماعت نے ایک مرکزی قطعہ زمین پر نمونہ قائم کر دیا، اسے ساری دنیا میں پھیلانے کے لئے وہی طریقہ استعمال کرنا پڑے گا جو حضرت مسیح علیہ السلام نے حواریین کے ذریعے سے قائم کیا۔

بین الاقوامی مرکز

حواریین کو مسیح علیہ السلام کا دیا ہوا پروگرام یہ تھا کہ وہ مسیح علیہ السلام کا پیام دنیا کی قوموں میں نشر کریں۔ ناقوسوں میں اس پیام کی اشاعت کے بعد ایک جماعت تو ایسی پیدا ہو جائے گی جو اسے مانے گی اور ایک مخالف جماعت پیدا ہو جائے گی۔ اس قوم کے ماننے والی جماعت اپنی مخالف جماعت کو شکست دیتی رہے گی۔ اس طرح یہ قانون دنیا بھر میں پھیل جائے گا۔

اسی طرح قرآن کا غلبہ دنیا میں متحقق کرنے کے لئے اگر ایک مرکزی عظیم الشان شاہانہ قوت پیدا ہو جائے تو اس کی پشت پر بہت بڑی فوجی طاقت ہونی چاہیے جو انٹرنیشنل غلبہ حاصل کر سکے مگر اس میں دقت یہ ہے کہ جس مرکز میں اتنی اعلیٰ فوجی طاقت پیدا کی جائے گی وہ خود اصلی قائدہ چھوڑ بیٹھے گا۔ اور اپنا تغلب جمائے گا۔ اس طرح اس کے اندر ہُدیٰ کا درجہ قائم ہی نہ ہوگا کہ اس کے ساتھ اپنا ربط قائم رکھ سکے۔ وہ اپنے مخالفوں پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی قوت جمع کرے گا۔ چاہے وہ جائز ذرائع سے جمع ہو یا غیر جائز ذرائع سے۔ یہ بات تجربوں سے ثابت ہو چکی ہے۔

ایک قوم میں مرکز ہدایت

اس کے برخلاف دوسرا طریقہ یہ ہے کہ الگ الگ قوم میں اپنا اپنا مرکز ہدایت قائم کیا جائے۔ اس قوم کو قومی زبان کی تعلیم دے کر قومی مرکز قائم کر دیا جائے۔ وہ اپنی قوم کے مرکز پر غالب آجائے اس کے لئے بہت زیادہ فوجی قوت کی ضرورت نہ ہوگی جیسے پہلی صورت میں ضروری تھی۔ چونکہ یہ قومیں ایک ہی پروگرام پر قائم ہو چکی ہیں۔ وہ باہمی مشورے کے لئے ایک مرکز بنا سکتی ہیں۔ اس کے لئے حج کی تحریک بہت کام دے سکتی ہے۔ تمام قوموں کے مسلمان وہاں مل کر بین الاقوامی اجتماع بنالیں گے۔ اس میں زیادہ تر قوت تعلیم اور ہدایت کی ہوگی۔ جہاں لوگ حج کے

لئے جمع ہوں وہ جنگ کا مرکز نہیں ہے وہ فقط خدا یاد کرنے اور صحیح علم پھیلانے کا اجتماعی مرکز ہے۔ فوجی قوت ہر ایک قوم اپنے اپنے گھر کے مخالفوں سے نپٹنے کے لئے اپنے گھر میں جمع کرے گی۔

مرکزی فوجی طاقت کا نقصان

یہ وہ فکر ہے جو ہم آج کل کی انٹر نیشنلسٹ جماعتوں سے سمجھ سکے ہیں۔ ہماری خیال میں حج کی تحریک اور جہاد کے قومی پروگرام اس فکر کو پورا کرتے ہیں مگر ہماری تاریخ میں اکثر ایسا ہوا ہے کہ جہاں فوجی قوت پیدا ہوئی وہیں شہنشاہی پیدا ہو گئی۔ گو اس سے وقتی طور پر فائدہ پہنچا مگر مستقل طور پر قرآن کی تعمیل کی (Agency) پیدا نہیں ہو سکی۔

دورِ جمہوریت میں نشر قرآن کا طریق

اب اس دوسرے ہزار سال میں جب شاہی پروگرام ختم ہو گئے ہیں اور ان کی جگہ جمہوریتیں لے رہی ہیں ہمارا یقین ہے کہ اگر مسلمانوں میں یہ بیداری آجائے کہ وہ شاہی حکومت کی جگہ قومی حکومتوں کے ذریعے سے قرآن حکیم کی خدمت کرنے پر آمادہ ہوں تو تمام دنیا میں قرآن حکیم کی حکومت براہ راست پھیل سکتی ہے۔ اس کے لئے ہر زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ ہونا چاہیے جس کے ساتھ قرآن حکیم کے انقلابی پروگرام کی تشریح بھی ہو۔ اس کے لئے شاہ ولی اللہ کی حکمت بہت کام دے گی۔ اس کے بعد ہر قوم اپنے تحفظ کے لئے فوجی طاقت خود جمع کرے۔ انٹر نیشنل مسائل کے سوچنے کے لئے حج سے بہتر کوئی تحریک پیدا نہیں کی جا سکتی۔ مگر ان رسوم کے اندر جو روح تھی اس کے غائب ہو جانے سے وہ نتیجے نہیں نکل رہے اور نہ نکل سکتے ہیں جن کی خاطر یہ قوانین من جانب اللہ سکھائے گئے تھے۔

(۱۴) يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿۱۴﴾

(اے ایمان والو! اللہ کے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریین سے کہا تھا کہ اللہ کی راہ میں میرا مددگار کون ہے؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں پھر ایک گروہ بنی اسرائیل کا ایمان لایا اور ایک گروہ کافر ہو گیا۔ پھر ہم نے ایمان داروں کو ان کے دشمنوں پر غالب کر دیا۔ پھر تو وہی غالب ہو کر رہے۔)

كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ یعنی حزب اللہ کا نظام اپنی اپنی قوموں میں پھیلاؤ۔

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ہم تیرا پروگرام دنیا کی قوموں میں پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے سب سے پہلے بنی اسرائیل ہی کو لیا۔

فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ : بنی اسرائیل کے ایک طائفے میں ایمان آ گیا۔

وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ : دوسری طائفے نے اس پروگرام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

بنی اسرائیل کے مومنوں نے اپنے دشمنوں کو مغلوب کر لیا۔

حضرت مسیح کے حوارےین کا یہ طریق عمل، ایک مثال (كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّنَ) ہے۔ یعنی قرآن حکیم کی تعلیم بھی دنیا کی قوموں میں اسی طرح جاری ہو سکتی ہے۔

اسوہ مسیحؑ کی کامیابی

حضرت مسیح نے اپنی تعلیم کی اشاعت کے لئے جماعت تیار کی تو اسے پہلے پہل عدم تشدد کا پابند بنادیا مگر یہ حکم ایک محدود زمانے کے لئے تھا۔ جب تک لڑنے والی طاقت تیار نہ ہو عدم تشدد ہی تیاری کا ذریعہ ہو سکتا ہے، تیاری کے بعد لڑنا جائز ہوتا ہے۔ چنانچہ خود حضرت مسیح نے بھی ایک موقع پر فرمایا کہ میں لڑنے اور لڑانے کے لیے آیا ہوں۔ اسی طرح رسول اللہ کو مکہ معظّمہ میں عدم تشدد کی پابندی کے ساتھ تیار کرایا اور مدینہ منورہ میں لڑنے کا پروگرام دیا۔ پس یہ نسخہ پہلے بنی اسرائیل میں پھر بنی اسماعیل میں استعمال کیا جاچکا ہے اور اس کے طفیل عربی طاقت نے کسریٰ و قیصر پر غلبہ حاصل کیا۔

اسوہ محمدی ﷺ کی کامیابی

شاہ ولی اللہ کی تحقیقات میں حجاز کی فتح کا نتیجہ عرب پر غلبہ تھا پھر عراق اور شام پر عربی طاقت کی مدد سے غلبہ حاصل ہوا۔ اس کے بعد عراقی طاقت سے ایران پر اور شامی طاقت سے رومی سلطنت پر غلبہ حاصل کیا گیا خشت برخشت انٹرنیشنل غلبہ حاصل ہو گیا۔ اسی طرح دنیا میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ حزب اللہ کا آخری پروگرام ہے۔